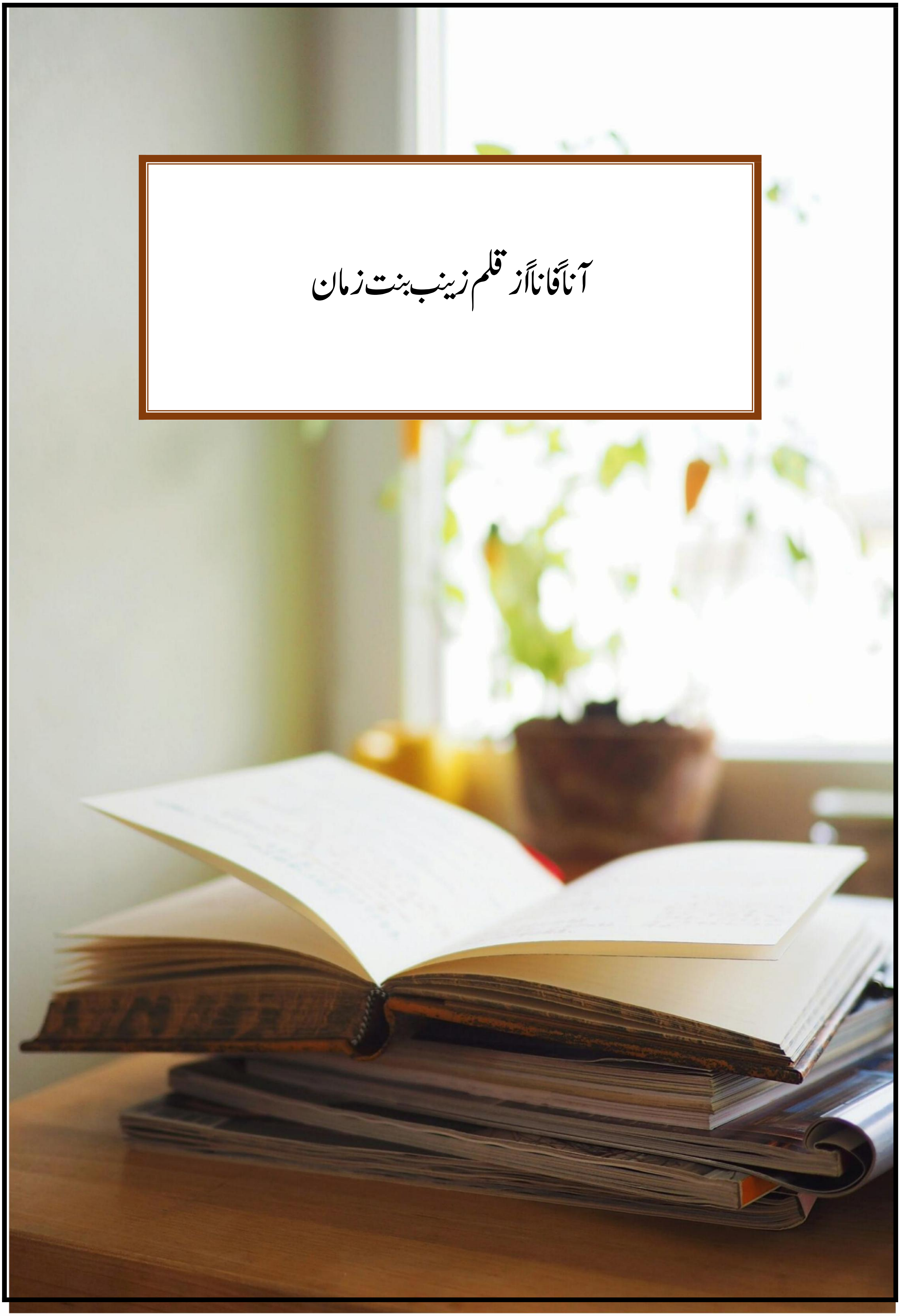

آناً فاناً از قلم زینب بنت زمان

اردوناولزبلاگز

اردوناولزبلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردوناولزبلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے
آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے۔
براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر
اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے۔
اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔:

urdunovelsblog

ویب سائٹ: urdunovels.blogs
ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com
انسٹاگرام: @urdunovelsblogs
فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے!

آناً فاناً از قلم زینب بنت زمان

کچھ کہتے تھے کہ وہ مسکراہٹوں کی مٹی سے بنائی گئی ہے۔اور کچھ کہتے تھے کہ وہ عجیب ہے، عام حالات میں مسکرانا ٹھیک ہے مگر یہ ہر بات پہ قہقہ لگا کر اس بات کو پورے صدقِ دل سے منانا۔یہ عام نہیں، یہ عجب ہے، یہ پاگلوں کی نشانی ہے۔اسے جاننے والے اسے دل کے زندہ ہونے کی مثال جانتے تھے۔ہوائیں اس کا چہرہ تپتپا کر کہتی تھیں، سنو انشا نامی لڑکی زندگی تمہارے دم سے حسین ہے۔دیکھو تم ہو تو کتنا اچھا ہے اس کائنات کا نظارہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ تمہارے دل کی ڈھڑکن سے نکلتا ساز کتنی سماعتوں کو سکون بخشتا ہے۔وہ ہوا کی باتوں پہ چہرہ جھکائے کھلکھلا کر ہنس دیتی اور کہتی

" مجھے معلوم ہے کہ میں کتنی خاص ہوں۔مجھے علم ہے کہ انشا وحید کو خالق نے زندگی کیوں دی۔میں کھلی ہواؤں میں سانس لے کر بتاتی ہوں کہ دل وحشت زدہ ہوتے ہیں، ماحول نہیں۔انشا وحید اپنے ہر پل سے راضی ہے۔اسے اس کے رب نے محبت کی مٹی سے بنایا ہے، وہ محبت کا ہر پہلو ہے۔ "

اس نے ہاتھ میں پکڑی پینسل کو دانتوں میں دبا رکھا تھا۔چمکدار آنکھوں میں شرارت تھی۔کلاس میں موجود سب طلبہ پروفیسر کی بات پہ غور کر رہے تھے جبکہ اس کا نوٹس کہیں اور تھا۔اس نے تمام تر سٹیکی نوٹس ہاتھ میں پکڑی کتاب میں چھپائے ان پر لکھی تحریر دوبارہ پڑھی۔جوں جوں وہ پڑھتی گئی اس سے اپنی ہنسی سنبھالنا مشکل ہو گیا۔دائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پہ رکھے وہ اپنے آپ کو کھل کر ہنس دینے سے باز رکھنے لگی۔
ان سٹیکی نوٹس پر بے شمار سطریں لکھی گئیں تھیں۔اور اس کے ارادے ان سطروں کو انسانوں سے منسوب کرنے کے تھے۔اس کے ارادے تو نیک تھے ایسے نیک کے کچھ دیر گزرنے کے بعد طلبہ ایک دوسرے کو اشارتاً اور زبان سے یہ کہتے دکھائی دیے

urdunovelsblog

"ارے رکو۔۔تمہارے بیگ پر کوئی نوٹ لگا ہے "

" دیکھو تمہارے حجاب پر کچھ لگا ہے۔۔شاید کوئی نوٹ ہے "

" گھوموں تو ذرا تمہارے کندھے پر کچھ ہے "

" یہ تمہاری کتاب کے اندر سے گرا ہے "

" تمہارے فون کے کور میں کوئی کاغذ موجود ہے "

طلبہ ہاتھ پیچھے لے جاتے نوٹ اتارتے پڑھتے گئے

جوایسی سطروں پہ مشتمل تھے۔

" دل، گردہ اور پھیپھڑے میرے تمام اعضاء کڑوڑوں میں لے لو مگر۔اس پڑھائی سے بچا لو مجھے "

" میں پورے کالج کے ٹھرک ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہوں۔اور مجھے ٹیچرز سے لے کر سٹوڈنٹس سب لڑکیوں پہ دل ہارنے کی بیماری ہے "

" میں اپنی کلاس کا شوشل ورکر ہوں۔مجھے لڑکیوں کی ہر پرابلم حل کرنے کا پیدائشی ٹھیکہ ملا ہوا ہے "

میں ٹینا ہوں۔اور میں ایک دکان ہوں۔چلتی پھرتی میک اپ کی دکان۔بیس سے لے کر نیل پالیش تک ہر شے میری پہچان ہے۔لوگ اس کالج میں پڑھنے " " آتے ہیں۔مگر میں فیشن شو میں آتی ہوں

میں کلاس کی ٹاپر ہوں۔اور مجھے لمبی لمبی چھوڑنے کی عادت ہے۔ہمارے گھر میں کھانے کی جگہ کتابیں چھاٹی جاتی ہیں۔میں سوتی نہیں ہوں مجھے تو پڑھائی کی " " بہت فکر ہے اس لیے ٹونٹی فور سیون میں بس پڑھتی رہتی ہوں

مجھے ہماری کلاس کے ایک میسنے لڑکے اور ایک باتونی لڑکی پر شک ہے۔سارے لیکچرز کے دوران ان کے نین مٹکے کو میرے پیارے نین دیکھتے رہتے ہیں۔ " " میں پیدائشی جاسوسوں کے قبیلے سے ہوں۔

میں بس اپنے آپ میں گم رہتی ہوں۔دنیا جائے جہاں جائے۔مجھے کچھ خبر نہیں کہ میرے آپ پاس کیا ہو رہا ہے۔مجھے بس ایک چیز عزیز ہے وہ ہے میرا فون " " ۔جس پر مجھے منٹ منٹ بعد بہت ضروری میسج آتے ہیں۔جانو نے کھانا کھایا یاں نہیں مجھے ایسے ضروری میسج کا جواب دینا ہوتا ہے

" لوگوں کو فون نہیں آتے مگر میں ہر وقت کسی کونے میں فون سنتا پایا جاتا ہوں۔ "

" مجھے دو لوگوں میں تیسرا بننے کی عادت ہے "

اور ایسے بہت سے جملے طلبہ کو اپنے پاس ملے۔کچھ غصے سے پھول گئے اور کچھ ہنستے ہنستے دوہرے ہو گئے۔

طلبہ کے ساتھ ساتھ استاتذہ کو بھی نوٹس ریسیو ہوئے۔اوران پر لکھے جملے۔۔۔۔۔۔۔۔الامان۔۔۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔۔۔۔

میں پاگل ہوں۔یاں میرے استاد۔خاص کر کیمسٹری کے سر علی میرے لیے سر درد سے کم نہیں۔خدا جانے وہ گھر سے لڑ کر آتے ہیں یاں بچپن سے ایسے " مزاج کے ہیں۔سر میرے مفید مشوروں کی پوٹلی میں سے ایک آپ کی ناقص حالت کے نام۔۔۔۔۔سر آپ نیند نہ آنے والوں کو لوڑی سنایا کریں۔تحقیق کے " مطابق آپ کا پڑھانا لوڑی سنا کر نیند میں ڈوبانے جیسا ہے۔۔۔شکریہ

یہ نوٹ سر علی کو اپنے ڈائس کے پاس سے ملا تھا۔ نتیجہ یہ کہ وہ لال پیلے ہوتے چالیس منٹ کی کلاس میں چالیس ہزار شرم ولحاظ، ادب وآداب اور تہزیب وتمدن کی لمبی چوڑی لوڑی سناتے رہے۔

میں دل نواز ہوں میتھس کا ٹیچر۔ مجھے لگتا ہے کہ سب سٹوڈنٹس میرے پڑھانے کے دلدادہ ہیں جب کہ میں پڑھاتے وقت دادا پردادا کی باتیں زیادہ کرتا ہوں " اور ریاضی کے فارمولاز کی کم۔ کیونکہ میرا ماننا ہے کہ میرے بزرگ ان ریاضی دانوں سے زیادہ عقل والے تھے۔ باقی بچوں کا فیوچر وہ جائے پانی میں۔ ہم تو اپنے بزرگوں کا نام جپتے رہیں گے۔ "

اس نوٹ پر دل نواز صاحب نے کمال ہمت کا مظاہرہ کیا۔ اور کئی دونوں تک اس ہمت کی تاریخ اپنے آباؤاجداد سے جوڑ کر کہتے رہے۔

میرے دادا کے دادا کی پہچان پورے گاؤں میں یہی ہمت تھی۔ لوگ انہیں باتیں سناتے تھے مگر وہ میری ہی طرح ہمت کرتے اپنے بزرگوں کی کہانیاں یاد " کرتے تھے۔ اور یاد کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی باتیں اگنور کرتے وہ کہانیاں سناتے رہے "
کسی طالبِ علم نے اونچی آواز میں شرگوشی کی کہ

دبی دبی ہنسی نکلی اور قہقہوں کی صورت پھیل گئی۔ " ہمیں یقین ہے سر۔ آپ قصہ گو خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ اور ہم مجبور سامعین۔ "

سکندر سر ہم پر رحم کی کچھ نوازش کیجیے۔ ایک ٹاپک دماغ میں گھسانے کے لیے کچھ دیر رک جایا کریں۔ مگر آپ تو اس نان سٹاپ ٹرین سے مقابلہ لگا کر آتے " ہیں جو خود آج تک اپنی ایجاد سے محروم ہے۔ وقت آپ کے اس مقابلے کو تازہ رکھے مگر ہم آپ جیسی ٹرین کی پٹری بن کر کیوں رگڑے جا رہے ہیں۔ ہمارے دماغ ہمیں کوسنا چاہتے ہیں مگر آپ تو کوسنے کا وقت بھی نہیں دیتے۔ "

سکندر سر کے پڑھانے کی سپیڈ، سپیڈ آف لائٹ سے میل کھاتی تھی جو عام دماغ کے طلبہ کے لیے سمجھنا مونگ پھلی کے کچڑے میں سے گم ہوئی مونگ پھلی نکالنے کے مترادف تھا۔ مگر یہاں پرواہ کسے تھی۔ ہاں بس انشا وحید کو جس نے ایسے نوٹ لکھنے کا نیک کام کیا تھا۔ ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔

کئی روز تک کسی نا کسی کو اپنے کندھے، بیگ، کسی شے پہ ایسے کئی نوٹ ملتے رہے۔ سب مجرم ڈھونڈ رہے تھے۔ مگر خیر انشا وحید کو کھوجنا اتنا آسان نہ تھا۔ کیونکہ اس کا یہ نیک کام خود سے شروع ہوا تھا۔ سب سے پہلے نوٹ ملنے کا ڈھنڈورا اس نے پیٹا۔ اور اس کا راز جانتی ہوائیں اور اس کے بیگ میں پڑی پنسلیں اس کے مصنوعی غصے سے بھرے لہجے پہ چھپ چھپ ہنستیں۔ انشا نے خود کو پہلا وکٹم بنایا تھا۔ کوئی اسے کیسے کھوج لیتا۔۔۔ اوں ہوں۔۔۔ ایسے کیسے۔۔۔۔۔ اتنی آسانی سے وہ کسی کے ہاتھ آ ہی نہ جائے۔۔۔

وہ منظر میں رہتی تو ہر جانب وہ ہی دکھائی دیتی۔ کبھی کسی گروہ میں بیٹھی کوئی قصہ چھیڑتی۔ کبھی کالج کوریڈور سے گزرتی، کبھی کوئی کتاب ہاتھ میں لیے اس میں سر دیے پائی جاتی، کبھی کسی ٹیچر سے کوئی سوال پوچھتی وہ وقت روک کر اپنی مٹھی میں قید کر لیتی۔ دوستوں کے لیے گلدستے بناتی انہیں دیتی نظر آتی۔ تحفے لینے اور دینے کی شوقین، لیتی اور دیتی آنکھوں کی بصارت میں آسماتی۔

اسے گجروں کا شوق تھا۔ یہ بات اس طرح عام تھی جس طرح سب کو کون سا مہینہ چل رہا ہے اس بات کا علم ہوتا ہے۔ وہ باتونی تھی، بحث پر اترتی تھی تو، جواب در جواب اس کی جانب سے یوں اچھالے جاتے کہ۔۔۔۔۔الامان۔۔۔۔۔۔خدا کی پناہ۔

جب منظر سے غائب ہوتی تو مکمل غائب ہوتی۔ وہ ہوتے ہوئے بھی بصارت کا حصہ بننے سے انکار کر دیتی۔

ایک روز اس سے کسی نے پوچھا محبت کے مطلق۔

"کیا تم سے کوئی محبت کا دعویدار ہے انشا۔ یو نو ناں کرش ٹائپ محبت۔ کیا تم کسی کا کرش ہو "؟

پوچھنے والے حناء تھی۔ انشاء اس کے سوال پر اس کی نیت بھانپ گئی۔

اس نے سوال پہ جاندار مسکان اچھالی اور فون پہ سکرول کرتے ہاتھ کی انگلیاں روک کر بائیں گال تلے ہاتھ رکھتے رازداری سے جھکتے کہا۔

" میں کسی کی محبت کا انتظار کیوں کروں۔ میرا اپنا محبت کا اسٹاک فل ہے "

سمجھانے کا انداز لیے بولی " اور محبت کی ٹائپس میں یہ کرش ٹائپ نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ خالص جزبوں کو وقتی آندھیوں سے مت جوڑو "
۔

" اچھا سہی سہی۔ تو تم پھر یہی بتا دو۔ کیا تمہارا دل خالص جزبوں کی وصولی کی چاہ نہیں رکھتا۔ تمہیں خواہش نہیں کہ کوئی تمہیں چاہے اور تمہاری خوبصورتی کی تعریف کر کے اسے سراہے۔ "

پوچھنے والی حناء انشاء کی دوستوں میں شامل نہیں تھی۔ جان پہچان تھی محض۔

" ہاہا۔۔۔ میں خالص جزبوں میں ہی آج زندہ ہوں۔ کیا میرا تمتماتا ہوا چہرہ یہ راز نہیں کھولتا کہ میں اپنی خوبصورتی کو سراہنے کے لفظ روزانہ سنتی ہوں "

urdunovelsblog

وہ ہنس دی تھی۔اسے حناء دی رپوٹر کا اچھے سے علم تھا۔وہ کوئی ہاٹ نیوز ڈھونڈ رہی تھی مگر افسوس۔۔۔جس ہاٹ نیوز کی تلاش اسے تھی وہ انشاء کے پاس سے ملنا ممکن کہاں تھا۔۔

اس کے لہجے میں کھوج واضح ہوئی۔ " یعنی تم بھی لوگوں کی طرح محبت والوں میں گنی جاتی ہو۔یعنی کوئی تم سے محبت کرتا ہے۔اور تم اس سے "

انشاء حناء کی باتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔وہ نامحرم محبتوں کے قصے سننا چاہ رہی تھی۔اور انشاء نے اسے وہ قصہ سنایا جو اس کے پاس تھا۔

جیسے میں نے پہلے کہا میرے پاس محبت کا فل اسٹاک موجود ہے۔اور میں خوبصورتی کا سراہے جانا بھی جانتی ہوں۔مگر میں جس محبت کی بات کر رہی ہوں وہ " " کسی اور سے منسوب نہیں ہے۔جس سراہنے والے کا ذکر تم سننا چاہتی ہو حناء

رک کر حناء کی آنکھوں میں دیکھا۔حناء اس کے دیکھنے پر نظریں پھیر گئی۔اور اس کے نظریں پھیرنے پر انشاء کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

میں ان محبتوں کی قائل نہیں ہوں۔انشاء کو اس کے رب نے اور اس کی ماں نے خود سے محبت کرنے اور خود کو سراہنے کا وہ ہنر دیا ہے جو کسی نامحرم کی چاہ کی " " گنجائش نہیں بچنے دیتا۔انشاء خود اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہے کہ وہ کتنی حسین ہے۔انشاء کسی کھوکھلے ساتھ کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھول کر نہیں بیٹھی۔

حناء کا لہجہ برہمی سے بھر " میں تم سے آرام سے بات کر رہی ہوں انشاء تم لہجہ دھیما کیوں نہیں رکھ رہی۔اور جیسا تم سمجھ رہی ہو میں ویسا کچھ نہیں پوچھ رہی " گیا۔چوری پکڑے جانے پر۔چور سینہ زوری پہ عمل پیرا ہوا۔

میں خوب سمجھتی ہوں کہ خبریں نکلوانے کے کون سے طریقے آج کل عام ہیں۔اور تم کس مقصد سے سوال پوچھ رہی ہو۔رہی آرام سے بات کرنے کی بات۔ " انشاء نے دو انگلیوں سے حناء کے گال کو چھو کر اس کے چہرہ " تو سنو۔۔۔میں ابھی اطمینان سے ہی بات کر رہی ہوں کیونکہ میرا غصہ اس قدر تھوڑا نہیں ہوتا۔ پر پھونک مارتے ایک آنکھ ونک کی۔

حناء پیر پٹختی اس کے سامنے سے گزرتی تن فن کرتی چل دی۔

اور انشاء پھر سے کوئی اور نیکی کا کام (شرارت) کرنے کا پلین ترتیب دیتی ہواؤں کو رازدار بنانے لگی۔

مڈ ٹرم ایگزام چل رہے تھے۔سبھی پڑھائی میں غرق امتحان امتحان کا ورد کرتے امتحان نامی بلا سے ہی چھٹکارا پانے کو دن گن رہے تھے۔جانے تیسرا امتحان تھا یا پانچواں انشاء امتحانی حال میں نہیں آئی تھی۔وہ پیپرز نہیں چھوڑتی تھی۔مگر آج وہ جب غیر حاضر تھی تو سب متعجب تھے۔اس کی دوستوں کا گروہ بھی اس کا انتظار

کرتا رہا۔اس روز انویجیلیٹر سے پیپرز کے متعلق دکھ سکھ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔انشاپڑھائی میں اچھی تھی مگر پیپر دے کر اس پر تبصرے کرنے کی عادت بھی انشاء کو ہی تھی۔ایک روز تو اس نے انویجیلیٹر سے پوچھ ہی لیا۔

" آپ کو نہیں لگتا اگر ایک طالبِ علم کی زندگی سے امتحان نامی بلا ہٹادی جائے تو وہ بہتر پڑھائی کر سکتا ہے "

انویجیلیٹر اس کی بات پر اس کے کندھے پہ تھپکتی مسکراہٹ روک کر بولیں

" تمہاری منتطق الٹ ہے۔یہ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی سٹوڈنٹس صرف امتحان کے دنوں میں پڑھتے ہیں "

ہاں مگر،اگر امتحان نہ ہوں تو سٹوڈنٹس ساتھ ساتھ پڑھیں گے۔ابھی انہیں یہ بات بہلا دیتی ہے کہ امتحان بہت دور ہیں تب پڑھیں گے جب وہ سر پر آپہنچیں " گے "

ایسی کئی دلیلیں انشاء دیتی رہی اور انویجیلیٹر اس کے دلائل پہ غلط ہونے کا ٹھپہ لگاتی رہی۔انویجیلیٹر اندر سے خوش تھیں کہ وہ کسی کو غلط سے صحیح بات بتا رہی ہیں ۔مگر یہ سب انشاء کی چال تھی۔۔۔۔اف معصوم انویجیلیٹر اور۔۔۔۔چالاک انشاء

" میں نے پہلے کہا انشاء تمہاری منتطق الٹ ہے۔امتحان نا ہوں تو سٹوڈنٹس سرے سے ہی نہیں پڑھیں گے۔ "

" اچھا ٹھیک ہے میں نے مان لیا میں غلط بات کہہ رہی تھی۔اب آپ میرا پیپر لے لیں تاکہ میں جاؤں۔"

انشاء نے جان کر غلط منتطق پر بات شروع کی تھی۔اس کے ساتھیوں کو اس کی ضرورت تھی۔چیٹنگ تب ہو پاتی گر جو انویجیلیٹر کو کوئی باتوں میں الجھاتا۔اور اس سے اچھا یہ کام کون کر سکتا تھا۔

وہ اور اس کی دوستیں کلاس سے باہر نکلیں تو انہوں نے انشاء کی ایکٹنگ کو داد دی جو اس نے دائیاں ہاتھ گھما کر سینے پر رکھتے جھک کر قبول کی۔

اگلے روز وہ غیر حاضر تھی تو سب وجہ جاننے کو بے چین ہوئے۔پیپر دے کر کلاس سے باہر نکل کر انہوں نے دیکھا انشاء سامنے خالی کلاس کی ایک کرسی پہ بیٹھی ہاتھوں سے کھیل رہی تھی۔

وہ اس کی جانب بڑھیں اور اس سے پوچھنے لگیں

؟پوچھنے والی ردا تھی۔" کہاں تھی تم پیپر کیوں نہیں دیا "

انشاء نے ہاتھوں سے نظر اٹھا کر ان سے کہا " میں 25 منٹ لیٹ ہو گئی تھی"

" تو "

" تو یہ کہ وقت پہ نہ آنے کی صورت میں۔۔۔میں پیپر نہیں دے سکتی تھی۔ "

"کیوں لیٹ ہو گئی تم، کیا ہوا تھا "

"یار بس راستے میں ٹریفک کی بھر مار تھی۔لگ رہا تھا پورا شہر گھروں سے باہر نکل آیا ہے۔ "

" تمہاری ریزن سولڈ ہے انشاء۔کالج والوں کو تمہاری بات سننی پڑے گی "

ان میں سے ایک نے دکھی ہو کر کہا " لو بھلا یہ کیا بات ہوئی،اتنی زیادہ لیٹ بھی نہیں ہوئی تھی "

"میرے خیال سے ہمیں کالج انتظامیہ سے بات کرنی چاہیے تاکہ وہ انشاء کا پیپر دوبارہ لے سکیں۔اس طرح تو یہ فیل ہو جائے گی۔ "

ردا نے کہا تو انشاء کے چہرے پہ مشکوک مسکراہٹ ابھری۔

انہوں نے تعجب سے اسے مسکراتے دیکھا اور چند پل بعد وہ سب بھی مسکرا اٹھیں جب ردا نے کہا

" تمہاری مشکوک مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ تم کالج انتظامیہ پہ داوہ بول چکی ہو۔اور غالباً جیت بھی چکی ہو۔ہے نا "

اس کی بات پہ انشاء کھلکھلا کر ہنسی اور آنکھوں سے پوچھا

" کوئی شک "

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

گر پڑھتے جو ہو ناول تم میرے ساتھی ہو
گر پھر جو ہو باتونی تم میرے ساتھی ہو
گر جو ہو خرافاتی تم میرے ساتھی ہو

گر تم جانتے ہو جیناتم میرے ساتھی ہو

وہ گنگناتی ہوئی جھک کر کھڑ کھی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ کوریڈور خالی تھا آنے والوں کا کوئی نام ونشان ناں تھا ابھی یہ وقت بہتر تھا پلین پر کام کرنے کا۔اس کی ساری گینگ بھی اس کے ساتھ تھی۔ دوستوں کو ساتھ ملائے نئے مشن پر کیپٹن انشاء موجود تھی۔ ہاتھ میں پکڑے ہتھیار اور سامنے نظر آتے دشمن جنگ کے لیے سبھی موجود تھا۔اب باری تھی جنگ شروع کرنے کی۔اس نے پہلا بم پھینکا اور فضا چیخوں سے گونج اٹھی۔اس بم نے دل دہلا دیے تھے۔ مگر حیرانگی یہ تھی بم کی بس آواز آئی تھی نا کوئی زخمی ہوا ناں خون بہا۔لگ رہا تھا بس آوازوں کی جنگ کا آغاز ہے۔ کلاس میں ٹیچر نامی مخلوق ابھی موجود نہیں تھی۔اسی وقت کا فائدہ انشاء نامی مخلوق اٹھاتی ہے۔ سواس نے اٹھایا۔پلین یہ تھا کہ انشاء اور اس کی دو دوستیں بچوں کے کھلینے والے بمب کلاس میں نازک پریوں کی جانب پھینکیں گیں اور باقی کی گینگ ممبرز وہ ان نازک پریوں کے ساتھ چیخنے کا کام سرانجام دیں گیں۔تاکہ کوئی انہیں پکڑ نہ سکے۔ پلین فل پروف تھا۔

کلاس میں صنفِ نازک کی چیخوں کا کمپیٹیشن جاری تھا۔انشاء نے ایک بمب پھینکا تو وہ سنہری بالوں والی لڑکی کے بالوں میں جا کر اٹک گیا۔ بمب تب پھٹتا تھا جب وہ کسی جگہ زور سے بجتا۔۔۔۔ خیر خیر۔۔۔۔ کچھ پل بعد وہ سنہری بالوں والی بھی چیخی تھی پوری قوت لگا کر۔ کیونکہ عادتاً اس نے اپنے بال جھٹکے تھے اور وہ بمب بالوں سے پھسلتا اس کے پیروں میں زور سے زمین پر گرا اور دو آوازیں گونجیں ایک ذرا پہلے ایک ذرا بعد میں۔
ٹھاہ پہلے بمب کی آواز، آہ آہ پھر سنہری بالوں والے کے چیخنے کی آواز۔
اور ایک دبی دبی ہنسی کی آواز۔انشاء سے اس بار کنٹرول مشکل ہو گیا تھا سو، وہی اپنے ازلی انداز سے ہاتھ کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھی اور ہنسی کنٹرول کرنا چاہی۔انشاء کی کلاس میں کسی سے دشمنی نہیں تھی یہ سب بس ایڈوینچر کا حصہ تھا۔اس کا ایک موٹو تھا۔۔ ایک مقصد۔۔زندگی جینے کا

زندگی کا ایک پل اداسی کا ساتھ گزار دوں تو مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اگلا پل مجھے مسکرانے کو نصیب ہونا ہو۔ سو میں یونہی مسکرا کر زندگی جیتی رہوں گی۔ "
"

ناک میں دم کرنا انشاء وحید کا کام ہے۔اور جب وہ خاموش ہوتی ہے تو۔ جن کے ناک میں اس نے دم کر رکھا تھا وہی اس کی فکر میں گھلے جاتے ہیں۔

فائنل امتحانات کا دور دوراں تھا۔اس روز آخری پیپر والے دن وہ سر جھکا کر بیٹھی نظر آئی۔ وہ پریشان تھی۔ دیکھنے والے حیرت کے پانیوں میں غوطہ زن ہوئے۔ آخر ہوا کیا۔جو وہ مسکراہٹوں کے تاج والی لڑکی کا چہرہ جھکا ہوا ہے۔

کچھ فکر کے مارے اس کے سر پر جا پہنچے اور لہجے میں نرمی سموئے پوچھنے لگے۔

" کیا وقت تم سے ناراض ہو بیٹھا ہے یاں تم اداس کہانی کا حصہ ہو گئی ہو "

ایک نے کہا

" تم اور اداسی متضاد کے منظر ہیں۔یوں آج یہ اداسی سے مترادف ہونے کی کیا وجہ ہے انشاء؟ "

انشاء نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا۔اس کے ارد گرد کھڑے وہ سبھی دم سادھ گئے۔انشاء کا چہرہ کسی پریشانی میں تغیر کے عمل سے گزرا تھا۔اس کی شرارتی آنکھوں میں ویرانگی ہولے ہولے چھانے لگی۔ان سب کو لگا اس کی آنکھوں کی ویرانی انہیں اپنے اندر سمو لے گی۔جس طرح وہ ہنساتی تھی اس طرح اس کی ویرانی والی آنکھیں ویرانگی پھیلا دیں گیں۔

اس کی دوستیں بھی پریشان ہو گئیں۔ردا نے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر ایڑیوں پر بیٹھتے اس کی آنکھوں میں نرمی سے دیکھا اور پوچھا۔

" تم کیوں پریشان ہو۔ہمیں بتاؤ۔ہم تمہارے سکھ کے ساتھی، تمہارے دکھ جاننے کا حق رکھتے ہیں۔ "

سب نے دیکھا تھا۔انشاء نے لب کھولے تھے کچھ بولنے کو۔مگر وہ رک گئی اور سر نفی میں ہلا دیا۔

ردا نے اس کے ہاتھ تھام لیے اس بار۔سب نے دیکھا تھا ایک آنسو انشاء کی آنکھ کے گوشے پر، جسے اس نے چہرہ اٹھاتے آنکھ کی حدود میں واپس بھیج دیا۔اس کے دائیں ہاتھ پر مٹی لگی تھی۔تازہ مٹی۔۔۔۔۔۔بھیگی ہوئی مٹی۔

سب پریشان ہو گئے۔بات پھیلتی پھیلتی سب تلک جا پہنچی ہر کلاس کا ہر سٹوڈنٹ انشاء کی پریشانی پہ پریشان ہوا۔ایسے لوگ جو محبت کے بنے ہوتے ہیں۔ان سے وابستگیاں الگ درجے کی ہوتی ہیں۔ان کے دکھوں میں دکھی ہونا فرض کر دیا جاتا ہے۔ان کے دکھ پر ہوائیں رخ بدل کر اپنے شریک ہونے کا اظہار کرتی ہیں۔موسم تغیر ہو جاتے ہیں۔منظر اپنے نظارے ان کے دکھوں پر بدل لیتے ہیں۔ایسے لوگوں سے صرف لوگ نہیں ماحول بھی محبت سیکھتا ہے۔پھر وہ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

" میں نے اسے مرتے ہوئے دیکھا ہے ردا۔پھر اسے مٹی کی نظر ہوتے دیکھا ہے۔میرے بس میں نہیں تھا کہ میں اسے بچاتی۔مگر جو میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی جان پر اس کی جان کو فوقیت دیتی۔مجھے وہ عزیز تھی۔خوبصورتی اور معصومیت اس پر تمام ہوتی تھی۔اور وہ۔۔۔ "

وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔اور ادھوری بات ان سب سننے والوں کو تجسس کی سیڑھی پر بٹھا گئی۔

انشاء نے ردا کے ہاتھوں سے ہاتھ کھینچ لیے، وہ سب کے سامنے رو دیتی اگر اس وقت وہ اس جگہ کو نہ چھوڑتی۔

وہاں موجود سب نے حیرت سے بھاگتی ہوئی انشاء کو دیکھا۔یہاں تک کہ وہ بصارت کی حد سے اوجھل ہو گئی۔

حمائل نے ان سب کی جانب دیکھا اور گلہ کھنکھارا۔

" میں جانتی ہوں۔اس کی پریشانی کہ وجہ،وہ روز میرے گھر کے سامنے سے گزر کر کالج آتی تھی۔اور میرے گھر کے سامنے پانچ منٹ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لاڈیاں لڈاتی تھی۔اور ہاتھ میں پکڑی دودھ کی بوتل وہ اس کے پینے کو لاتی تھی۔میں روز اسے دیکھتی ہوں۔انشاء کی محبت ان پانچ منٹوں میں میں نے روز دیکھی ہے "

حمائل کی بات پہ ردا نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا اور اس سے پوچھا۔

" تم کس کی بات کر رہی ہو "؟

" گل کی "

" کون گل "

سب نے اس سے استفسار کیا۔

" میری گلی کی بلی "

اس کے ہاتھ میں روز کی طرح آج بھی ایک بوتل تھی، جس میں دودھ تھا۔آج وہ ذرا لیٹ ہو گئی تھی۔وقت پر آنکھ نہیں کھلی سو وقت کچھ لمحے آگے سرک گیا۔اس نے درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی اس سفید رنگ کی بلی کو دیکھا اور اس کے چھوٹے سے گھر کو جو وہی اس کے لیے خرید کر لائی تھی۔اس گلی کے سبھی لوگ اس بلی سے محبت کرتے تھے۔اسی لیے اس گلی میں ایک گھر اس بلی کا تھا۔انشاء ایڑھیوں کے بل اس بلی کے سامنے بیٹھی اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتی اس سے لاڈ کرنے لگی۔

" تم گل ہو، یہاں سب تمہیں اس نام سے جانتے ہیں، مگر تم انشاء کو خوبصورتی اور معصومیت کی یاد دلاتی ہو۔میں جانتی ہوں گل۔میری طرح تم بھی مجھ سے انسیت رکھتی ہو۔جو روز میرے آنے پر تمہارا چہرہ کھل جاتا ہے "

گل اس کے بال سہلاتے ہاتھ سے چہرہ رگڑتی اس سے عقیدت کے جزبات کا اظہار کرنے لگی۔

" ویسے گل میں سوچ رہی تھی تمہارے لیے اب مجھے کسی بلے کو ڈھونڈنا چاہیے۔کوئی اچھا سا بلا دیکھتی ہوں میں اب تمہارے لیے۔آخر انشاء کے پاس تمہارے بچے پیلے کرنے کی ذمہ داری ہے۔میں تمہیں دھوم دھام سے بیاہوں گی گل۔ "

انشاء کی بات ہر پاس سے گزرتے بزرگ ہنس دیے انشاء ایک نظر انہیں دیکھ کر واپس گل کی طرف متوجہ ہو گئی

" جانتی ہو روز ماما سے اپنے لیے دودھ کی بوتل لے کر آتی ہوں۔ میری بھولی ماں سمجھتی ہے۔ اس کی بیٹی کو دودھ پسند ہے۔ پچھلے دو مہینوں سے وہ میرے لیے بوتل بھرتی ہیں اور میں وہ تمہیں پلا جاتی ہوں۔ دودھ خاص پسند نہیں مجھے، "

بلی اب انشاء کے ہاتھ میں پکڑی بوتل کی طرف ہمکنے لگی۔

انشاء نے پاس پڑا برتن اٹھایا اور دوسری پانی والی بوتل بیگ سے نکال کر اس برتن کو پانی سے دھویا۔

" یہ میرا راز ہے گل کہ میں اس بوتل کا دودھ تمہیں پلاتی ہوں۔ میرا راز تمہارے پاس محفوظ ہے۔ کیونکہ اگر تم میری ماما کو بتاؤ بھی کہ میں روز تمہیں دودھ پلا دیتی ہوں تو خیر ہے اس لیے کہ "

اب انشاء نے دودھ کی بوتل سے دودھ اس برتن میں انڈھیل دیا۔ بلی دودھ پینے لگی اور انشاء اپنی بات مکمل کرنے لگی۔

" خیر اس لیے ہے کہ میری ماما کو بلیوں کی زبان سمجھ نہیں آتی۔۔ ہاہاہا "

اپنی بات مکمل کرتی انشاء خود ہی کھکھلا کر ہنس دی اور کلائی پر بندھی گھڑی پہ وقت دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے دیر ہو رہی تھی۔ انشاء نے جاتے ہوئے مڑ کر دیکھا گل اب گلی کے دوسرے سرے پر سڑک پار کرنے کو تھی۔

انشاء نے آج کالج میں جو کارنامہ انجام دینا تھا اس کے متعلق سوچتے چہرہ آگے گھمایا اور دو لمحے بعد ہی ٹائر کے چڑچڑانے کی آواز سن کر جھٹکے سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ گاڑی تو آگے بڑھ گئی مگر نقصان زدہ وجود پیچھے رہ گیا۔ گل سڑک کے ایک پار خون سے لت پت تھی۔ اس سے پہلے کہ انشاء وہاں پہنچتی وہی کچھ دیر پہلے والے بزرگ گل کو ہاتھوں میں اٹھائے افسوس سے گاڑی جس راستے پر گئی تھی اس جانب دیکھتے آگے بنے قبرستان تک پہنچ گئے۔ انشاء جب تک وہاں پہنچی وہ گل کو ایک جانب رکھے مٹی کھود رہے تھے۔

انشاء نے چھوٹتے ہی سوال کر ڈالا۔

" انکل آپ دیکھیں تو وہ زندہ ہو گی۔ آپ فوراً اسے یہاں کیوں لے آئے ہیں "

" بیٹا اس کی گردن ٹوٹی ہے، گاڑی سے ٹکرانے کے باعث۔ وہ مر چکی ہے "

انشاءان کی بات پر لاجواب ہو گئی وہ وہاں تب تک کھڑی رہی جب تک انکل نے اس بلی کو مٹی میں دفن نہ کر دیا۔ انہوں نے پانی پاس پڑی بالٹی سے مٹی پر چھڑک دیا اب مٹی گیلی ہو گئی تھی۔

وہ زمین سے اٹھے تو وہ زمین پر بیٹھی، دکھ اس کے چہرے پر واضح تھا اس نے مٹی پر ہاتھ رکھا تو مٹی اس کے ہاتھ سے لپٹ گئے۔ کچھ دیر قبل یہ ہاتھ گل کی پشت سہلا رہا تھا۔ اور اب اس کی قبر کی مٹی اس ہاتھ پر لگی تھی۔ انشاء جھٹکے سے اٹھی اور اپنے راستے چل دی۔ وہ گھر لوٹ جاتی اگر آج آخری امتحان نا ہوتا۔ لڑکھڑاتے قدم اور گھومتے سر سمیت اس نے راستے کیسے طے کیا۔۔۔ کیا خبر۔۔۔۔۔ کیا پتا۔۔۔

کچھ روز بعد اسے ردا نے کال کی اور اسے گھر سے باہر آنے کو کہا وہ باہر نکلی تو تعجب سے اس کے چہرے کے نقش بھر گئے۔ بہت سے کلاس فیلو گھر کے باہر موجود تھے۔

آج وہ ٹھیک لگ رہی تھی، پہلے جیسی ہشاش بشاش اور آنکھوں کی چمک بھی آج اپنے جوبن پر تھی۔ " یہ سب یہاں "

" ہم سب تمہارے ٹھیک ہونے کی دعا دینے آئے ہیں انشاء۔ ہمیں معلوم ہوا گل کے متعلق، ہم تم سے اس کے لیے تعزیت کرتے ہیں "

وہ اتنی ہی زندگی لے کر آئی تھی ردا۔ مجھے رب کے فیصلوں پر آمین ہے۔ بس اس روز انشاء کا چہرہ تم لوگوں نے اس لیے پریشان دیکھا کہ میں تازہ تازہ اس واقع " " پر حیران تھی۔ مگر اب میں بہتر ہوں۔ بلکہ میں اب تم سب کے ناک میں دم کرنے کے لیے تیار ہوں

آخر میں اس کی بات پر سب کے قہقہے گونجے

پرسوں الوداعی تقریب ہے انشاء اور ہم چاہتے ہیں جس طرح ہم نے یہ کالج کے سال تمہارے ہوتے ہوئے سکون سے نہیں گزارے اسی طرح یہ آخری " ان سب میں سے کوئی بولا تو انشاء چہرہ جھکا کر ہنس دی اور پھر چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھوں کی شرارت نے سب کو بتا دیا۔ تیار " تقریب بھی سکون سے نہ گزرے رہو تم سب کا سکون غارت کرنے کو میرے پاس پلین ہے۔

اور اس روز جس دن آخری بار وہ سب ساتھ تھے۔ انشاء کے خرافاتی دماغ کے کرشمے ہر چند لمحوں بعد منظرِ عام پر آئے۔

کسی کے بالوں میں ایسی سپرے کی گئی کہ پتا بھی نہیں چلا اور اس کے بالوں کا گھونسلہ بن گیا۔

کسی کی کرسی کے نیچے پٹاخے پٹخ پٹخ بجے تو سب اس کرسی والی کی حالت دیکھ دوہرے ہوتے گئے۔

کسی لڑکی کا میک اپ پتوں سے بدل دیا گیا تو وہ ماری ماری اپنا برینڈڈ میک ایپ ڈھونڈتی نظر آئی۔

کسی جوڑے کی تصیریں کینیچھ کر انہیں واٹس ایپ کی گئیں تو وہ ڈر کے مارے الگ الگ جگہ بیٹھنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ کہیں ماں باپ تک ناں پہنچ جائیں وہ تصویریں۔۔۔۔۔۔اوں ہوں دو نمبر عاشقی کے مرید۔۔۔۔

ٹیچرز بھی اس روز کے کرشموں سے محفوظ نا رہے۔ایک دم حال میں لگی ایل سی ڈی پر کسی ٹیچر کی بے سری آواز میں گانا گاتے کی ویڈیو چلائی گئی تو پورا حال قہقہوں کی زد میں آگیا۔اور اس ٹیچر کا چہرہ اپنی ہی آواز کے بے سرا ہونے پر سرخ ہو گیا۔

کچھ جاننے والوں نے مڑ کر معصوم چہرہ لیے، آنکھوں میں ناچتی شرارت والی انشاء کو دیکھا تو اس نے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔

میں وہ بلا ہوں جو تم نے خود بلائی ہے۔ یہ سب تم لوگوں کے اس دن کے سکون غارت کرنے کے اسرار پر کیا ہے میں نے، ورنہ معصومیت انشاء وحید پر تمام " ہوتی ہے۔ تم لوگوں نے کہا تھا سو بھگتو اب "

اور وہ سب سر کو ناں میں ہلاتے آخری دن کا سکون غارت ہوتے دیکھنے لگے۔ کیونکہ ابھی شو باقی تھا۔

urdunovelsblog